سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۰۴



غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی پاکستان
www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت

نامِ واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامہ ظلّھم علینا الیٰ مأۃٍ وّ عشرِینَ سنۃً

تاریخِ وعظ: یکم رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۳؍اکتوبر ۱۹۹۸؁ء، بروز جمعۃ المبارک

مقام: ڈربن، جنوبی افریقہ

موضوع: اللہ تعالیٰ کے راستے کا غم اور منزل کی فرحت

مرتب: سید عشرت جمیل میر صاحب خادم خاص حضرت والا دامت برکاتہم

کمپوزنگ: مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعت اوّل: ذوالحجۃ ۱۴۳۳؁ھ مطابق نومبر ۲۰۱۲؁ء

تعداد: ۲۲۰۰

ناشر: کُتب خانہ مظہری

گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ○

(سورۃ التوبۃ، آیت:۱۱۹)

وَقَالَ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ

وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ○

(سورۃ العنکبوت، آیت:۶۹)

وَقَالَ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○

(سورۃ اٰل عمران، آیت:۱۰۲)

تقویٰ فرضِ عین ہے

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہم سب لوگوں پر تقویٰ کو فرض قرار دیا ہے۔ عالم ہونا، حافظ ہونا، قاری ہونا فرضِ کفایہ ہے جیسے نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ جنازے میں شریک ہوجائیں تو پوری بستی کی طرف سے ادا ہوجاتا ہے، اگر بستی میں چند لوگ بھی عالم اور حافظ ہوگئے تو سب کا فرض ادا ہوگیا لیکن متقی ہونا اور اللہ کا ولی بننا اللہ نے سب پر فرضِ عین فرمادیا کہ دنیا سے کوئی بندہ واپس ہوکر میرے پاس نہ آئے جب تک کہ ولی اللہ نہ ہوجائے، پردیس کی کمائی میں

سے ہم کچھ نہیں چاہتے، نہ ہم تمہاری بلڈنگ چاہتے ہیں، نہ تمہارا بینک بیلنس چاہتے ہیں، نہ تمہارے قالین چاہتے ہیں، نہ تمہاری فیکٹریاں چاہتے ہیں، ہم تم سے کچھ مطالبہ نہیں کرتے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تم غلام بن کر دنیا میں آئے ہو لیکن ہمارے ولی بن کر ہمارے پاس آؤ، یہاں ایسا عمل کرو کہ ہم تمہاری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھیں اور پھر تم کو قیامت کے دن بھی عزت، جنت اور راحت دیں اور تم ایسے ولی اللہ بن جاؤ کہ جو تمہارے پاس بیٹھ جائے وہ بھی ولی اللہ ہو جائے، ایسے لنگڑے آم بنو کہ دیسی آم تمہاری قلم کھا جائے تو وہ بھی لنگڑا آم بن جائے۔ میرے مرشد شاہ ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ دیسی آم لنگڑے آم کی صحبت سے لنگڑا آم بنتا ہے لیکن دیسی دل اللہ والوں کی صحبت سے لنگڑا دل نہیں بنتا تگڑا دل بنتا ہے ایسا تگڑا دل کہ جو ان کے پاس بیٹھتا ہے وہ بھی ولی اللہ ہو جاتا ہے۔

عزت صرف ربُّ العزت کی فرماں برداری میں ہے

تو اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ جن چیزوں کو تم اپنی عزت کا ذریعہ سمجھتے ہو کہ ہماری چار فیکٹریاں ہیں، ہمارا کروڑوں کا بیلنس ہے اور ہماری اتنی کاریں، اتنی موٹریں ہیں ان چیزوں سے تمہاری عزت نہیں ہے، عزت اس کی ہے جو رب العزت کو خوش کر دے اور اپنے اللہ کو خوش کر کے اپنی غلامی کے سر پر تاجِ دوستی رکھ کر اللہ کے یہاں واپسی کرے۔ آپ بتاؤ! بادشاہوں کے جو دوست ہوتے ہیں دنیا میں لوگ ان کو عزت سے دیکھتے ہیں یا نہیں؟ تو جو اللہ کا دوست ہو گا اس کو کتنی عزت ملے گی لیکن عزت کے لیے اللہ کی دوستی مت کرو رب العزت کے لیے اللہ کی دوستی کرو، اللہ کے لیے اللہ کو چاہو، اللہ کے لیے اللہ سے محبت سیکھو۔

تو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو فرضِ عین کر دیا، کوئی مسلمان ایسا نہیں جس پر تقویٰ فرض نہ ہو۔ قرآنِ پاک کا حکم ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو تاکہ تم بھی متقی بن کر اللہ والے بن جاؤ۔ تل کو کولھو میں پیلنے سے تل ہی کا تیل نکلے گا روغن چنبیلی نہیں نکلے گا لیکن اگر تل کو چنبیلی کے پھول کی صحبت میں رکھ کر اس کا تیل نکالو تو روغن چنبیلی نکلے گا حالانکہ چنبیلی کے پھول میں تیل نہیں ہوتا مگر چنبیلی کے پھول کی صحبت سے اس کو اب تل کا تیل کہنا جائز نہیں ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گلاب کی صحبت سے تل کا تیل روغن گل ہو جاتا ہے اب اس کو روغنِ کنجد اور تلی کا تیل کہنا اس کی توہین ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عجیب نسخہ آسان عطا فرمایا کہ تم کتنی ہی عبادت کرو تل کے تل ہی رہو گے لیکن اگر اللہ والے پھول کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرو تو پھر جو تیل نکلے گا اس میں اللہ کی ولایت کی خوشبو ہوگی۔

بمبئی میں میرے ایک دوست سرسوں، چنبیلی وغیرہ کا تیل نکالتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے نفس کا بھی تیل نکالیے اس کا نام روغنِ نفس ہوگا۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیسے نکلے گا؟ میں نے کہا کہ نفس کی بری خواہش پر عمل نہ کرو بس نفس کا تیل نکل آیا، کہنے لگے کہ اس کا فائدہ کیا ہے؟ میں نے کہا روغن نفس ایسا مفید ہے کہ جس انسان کو لگا دو گے وہ ولی اللہ بن جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نفس کی مخالفت اور بری خواہش کے توڑنے والے کو پیار کرتے ہیں لہٰذا نفس کی بری خواہش سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

گناہ کا تقاضا برا نہیں اس پر عمل برا ہے

لوگ کہتے ہیں کہ کیا کریں صاحب بڑے گندے گندے وسوسے اور خیالات آ رہے ہیں، ہر ٹیڈی کو دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے، ہر گناہ کرنے کو دل

چاہ رہا ہے، سینما، وی سی آر کو ہر وقت دل چاہتا ہے تو دل کے چاہنے سے آپ بالکل مت گھبراؤ، دل کی اس بری خواہش پر عمل نہ کرو۔ جیسے رمضان شریف کا مہینہ ہے، گرمی کا روزہ ہے، لو چل رہی ہے، پیاس لگ رہی ہے، آپ دس دفعہ فریج کھولتے ہیں اور ٹھنڈی بوتل دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ پی لیں لیکن اگر کوئی نہ پیئے تو اس کا روزہ رہے گا یا نہیں؟ تو اگر کسی کو روزانہ ایک ہزار مرتبہ گناہ کا تقاضا ہو مگر وہ تقاضے کو برداشت کرتا ہے، اس پر عمل نہیں کرتا تو یہ ان لوگوں سے بڑا ولی اللہ ہے جن کو تقاضا نہیں ہوتا کیونکہ اِس کو زیادہ غم اُٹھانا پڑ رہا ہے۔ تو جو ایسے ماحول میں رہتے ہیں جیسے ڈاکٹر ہے جنہیں ٹیڈیوں کا زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے یا کوئی ہوائی جہاز پر سروس کرتا ہے جہاں ائیر ہوسٹس ننگی رانیں کھولے ہوتی ہیں جیسے برطانیہ اور ہیتھرو ائیر پورٹ پر تو ایسے لوگوں کو نظر بچانے پر زیادہ اجر ہے کیونکہ وہ ہر وقت نظر بچانے کا غم اٹھاتے ہیں۔

خونِ آرزو اور اس کی قیمت

آپ کے پاس آپ کے تین دوست آئے، ایک کو دشمن نے ایک زخم لگایا لیکن اس نے پھر بھی آپ کو نہیں چھوڑا اور آپ کے پاس آ گیا، آپ پوچھتے ہیں کہ بھئی تمہارا خون کیوں بہہ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ صاحب آپ کی محبت میں آ رہا تھا، کچھ دشمن ایسے تھے جو آپ کے پاس آنے نہیں دے رہے تھے، انہوں نے زخمی کر دیا۔ اب دوسرا دوست آیا جس کو دشمن نے دس زخم لگائے پھر تیسرا دوست آیا جس کو ایک ہزار زخم لگے تو آپ کس کو زیادہ نمبر دیں گے؟

تو جس کو ہزار دفعہ گناہ کا تقاضا ہو اور ہزار دفعہ ٹیڈیاں سامنے آئیں اور وہ ہزار دفعہ نظر بچا کر ہزار غم اٹھائے تو کیا اللہ سب کو برابر کر دے گا؟ کس کا درجہ زیادہ ہوگا؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھیں گے کہ تم ہمارے

لیے کیا لائے ہو؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں خونِ آرزو کا ایک پیالہ لایا ہوں، دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اپنی بری بری خواہشوں کا خون پیا ہے اور میں نے گناہ کے تقاضوں پر عمل نہیں کیا تو میرا خونِ آرزو ایک صراحی کے برابر ہے، تیسرا کہتا ہے کہ میرا خونِ آرزو ایک دریا کے برابر ہے اور چوتھا کہتا ہے کہ میرا خونِ آرزو ایک سمندر کے برابر ہے۔

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طورِ سینا
مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری فکر لامکاں ہے مرا درد جاوداں ہے
مرا قصہ دلستاں ہے مری رگ سے خوں رواں ہے
مرے خون کا سمندر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ اللہ کا راستہ ہے، جو مالک کے راستے میں جتنا زیادہ غم اٹھاتا ہے اتنا ہی اس کا درجہ بلند ہوتا چلا جاتا ہے اور کوئی کتنا ہی بڑا مولانا ہو، کتنی ہی بڑی ڈاڑھی اور گول ٹوپی ہے مگر برے تقاضوں پر عمل کرتا ہے تو یہ صالحین کی شکل ہے مگر اندر سے اس کا دل نیک نہیں ہے، یہ عالم ہے عامل نہیں ہے۔

چہرہ ترجمانِ دل ہوتا ہے

اگر آپ کباب کی دکان پر جائیں اور وہاں کباب تو ہوں مگر کچے ہوں، یعنی ان کی ظاہری شکل بالکل کباب کی سی ہو، تو جب آپ نے کباب کو آنکھ سے دیکھا تو سرخی نہیں تھی، کباب تلنے کے بعد لال ہو جاتا ہے نا! اور جب

آپ نے چکھا تو قے ہوگئی کیونکہ کباب کچے تھے، تیل میں تلے ہوئے نہیں تھے اور خوشبو بھی نہیں تھی، آپ کو پہلے ہی شک ہوگیا تھا کہ یہ کیسے کباب ہیں؟ کباب ہیں تو ان میں خوشبو ہونی چاہیے اور جب چکھا تو اور یقین آ گیا۔ صورت دیکھ کر تو عین الیقین ہوا کہ خوشبو نہیں ہے اور جب چکھا تو حق الیقین ہوگیا کہ کہاں پھنس گئے، اس کباب میں تو کوئی مزہ نہیں، پھر یہ شعر پڑھا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خوں بھی نہ نکلا

ایسے ہی انسان جب کسی گول ٹوپی، لمبے کرتے والے کو دیکھتا ہے تو اس کا چہرہ دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے قلب میں انوارِ مجاہدہ نہیں ہیں، دل میں خیمہ تو لیلیٰ کا ہے مگر اندر کتا بندھا ہوا ہے، شکل تو مولیٰ والی ہے مگر دل میں مولیٰ نہیں ہے، اس کے دل میں مرنے والے مردہ حسینوں کے خیالات بھرے ہوئے ہیں، پھر جب اس کی باتیں سنتا ہے تو اس کو کوستا ہے کہ شکل ولی اللہ کی ہے لیکن خوشبو ولی اللہ کی نہیں ہے، ولی اللہ وہ ہے جس کی خوشبو دور دور تک جائے۔

نسبت مع اللہ کا فیضان

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ سفر فرما رہے تھے کہ آپ نے فرمایا اے صحابہ۔

گفت پیغمبر کہ بر دستِ صبا
از یمن می آیدم بوئے خدا

ہواؤں کے کندھے پر مجھے یمن سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو آرہی ہے:

((اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ))

(مرقاۃُ المفاتیح، کتابُ المناقب، باب ذکر الیمن والشام)

مجھے دو سو میل دور یمن سے اللہ کی خوشبو آرہی ہے، وہ ایک ولی اللہ کی خوشبو تھی جن کا نام حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ تو اللہ کا ولی وہ ہے جس کی خوشبو سینکڑوں میل دور تک جائے، جب اللہ کے عشق میں دل جلے گا تو کیا اس کی خوشبو نہیں اڑے گی؟ جیسے کباب تلا جائے تو اس کی خوشبو محلے بھر میں پھیل جاتی ہے۔ ایک کافر نے دیکھا کہ گائے کا کباب تلا جا رہا ہے تو اس کافر نے کہا: ''بوئے کباب مارا مسلماں کرد'' اس کباب کی خوشبو نے تو مجھ کو مسلمان کر ڈالا۔

غمِ ولایت کسے کہتے ہیں؟

تو جو جتنا زیادہ اللہ کی یاد میں اور اللہ کو راضی کرنے میں غم اٹھاتا ہے اور اتنا مجاہدہ کرتا ہے کہ زندگی کا ایک لمحہ، زندگی کی ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے حرام خوشیوں کو اپنے کمینے پن اور بے غیرتی سے امپورٹ اور اسمگل اور درآمد نہیں ہونے دیتا اور ہر وقت یہ چاہتا ہے کہ میرا اللہ مجھ سے خوش رہے تو یہ غمِ ولایت کا حامل ہے، جس کو یہ غم نہ لگے وہ ولی اللہ نہیں، ولایت اس غم کا نام ہے کہ ہر وقت یہ فکر رہے کہ میں اپنے مولیٰ اور پالنے والے اور پیدا کرنے والے کو لمحہ بھر بھی ناخوش نہ کروں، ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت دل میں نہ آنے دوں، میری جو بھی حالت ہو جائے ہو جانے دو۔

میری جو ہونی تھی حالت ہو چکی
خیر اِک دُنیا کو عبرت ہو گئی

نسبت مع اللہ کی لذت

اللہ تعالیٰ نے اپنے تک پہنچنے کا یہی راستہ رکھا ہے لیکن اس میں اتنا مزہ رکھا ہے، اتنا مزہ رکھا ہے کہ یہ سودا سستا معلوم ہوتا ہے، جس کے دل میں

مولیٰ آ گیا اور اس نے مولیٰ کو خوش کر ڈالا اس کے دل میں دونوں جہاں کے مزے سے زیادہ مزہ رہتا ہے۔ اختر کا اردو شعر ہے ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

کیونکہ دونوں جہان کی لذت اور مزہ پیدا کرنے والا اللہ ہے، جب اللہ قلب میں آئے گا تو کیا دونوں جہان کا مزہ الگ کر کے آئے گا، اللہ کی صفت اللہ سے الگ ہو ہی نہیں سکتی۔ جس اللہ نے حوروں کو پیدا کیا اور دنیا میں لیلاؤں کو پیدا کیا اور لیلاؤں کو نمک دیا تو جس دل میں وہ اللہ آتا ہے تو اپنی تمام صفات کے ساتھ آتا ہے، دنیا کی لذتوں کی خالقیت کی صفت اور جنت کی تمام نعمتوں کی تخلیقی صفت کے ساتھ آتا ہے اور وہ بندہ دونوں جہان کے مزے سے بڑھ کے مزہ پاتا ہے۔ آپ بتلاؤ! جنت زیادہ مزے دار ہے یا اللہ؟ جنت مخلوق ہے، حادِث ہے، محدود ہے تو کیا مخلوق کی لذت اور خالق کی لذت برابر ہوگی؟ خالق غیر محدود ہے، جس کے دل میں اللہ مع اپنی تجلیاتِ خاصہ آتا ہے اس کو غیر محدود لذت ملتی ہے۔

تذکرۂ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کو بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر! مجھے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح زیارت نصیب ہوئی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی دیکھے اور میں نے خواب میں پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عبدالغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں عبدالغنی آج تم نے اللہ کے

رسول کو خوب دیکھ لیا۔ میرے شیخ کو حکیم الامت حضرت تھانوی محی ومحبوبی شاہ عبدالغنی جیسے القاب لکھتے تھے یعنی جیسے القاب مرید اپنے پیر کو لکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ایسے پیر کے ساتھ اختر نے جنگل میں دس سال زندگی گذاری، لیکن قصبہ قریب تھا تقریباً دس منٹ کا راستہ تھا لیکن وہاں قصبہ کی کوئی آواز نہیں آتی تھی، بس میں تھا اور میرے شیخ کی آہ وفغاں تھی اور حضرت جب اللہ کہتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ دونوں جہان کی نعمتیں برس رہی ہیں۔ اللہ والوں کے پاس رہنے کا مزہ، اللہ کے نام کا مزہ عام انسان کیا جانے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ انسان کو یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے نام کا مزہ لو کیونکہ اللہ والا بننے میں تو وقت لگتا ہے، لہٰذا اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ ولی اللہ بننے میں تو وقت لگے گا لیکن اگر تم کسی ولی اللہ کے پاس بیٹھو گے تو ان کے دل میں مولیٰ پاؤ گے، میرے نام کی لذت پاؤ گے، میگنٹ کا خالق ان کے دل میں ہے تو ان کے دل میں بھی میگنٹ ہوتی ہے، اسی وجہ سے اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والے آہستہ آہستہ اللہ والے بن جاتے ہیں۔

کیا کہوں میرے شیخ ایک جملہ فرماتے تھے۔ آہ! اپنے پیر کی بات نقل کرتا ہوں تو دل رونے لگتا ہے، آج تو وہ زمین کے نیچے ہیں لیکن جب زندہ تھے تو میں یہی سمجھتا تھا کہ جب میرے شیخ کا انتقال ہوگا تو شدّتِ غم سے میں بھی مر جاؤں گا لیکن اللہ کی شان ہے کہ میں زندہ ہوں۔ تو حضرت فرماتے تھے کہ اختر اللہ کا راستہ مشکل ہے، نفس کا مقابلہ کرنا یعنی گناہ چھوڑنا مشکل ہے لیکن اگر کسی اللہ والے کا ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ کا راستہ صرف آسان ہی نہیں مزے دار بھی ہوجاتا ہے۔

اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے

میں اللہ والوں کے غلاموں کا ادنیٰ غلام ہوں لیکن جو لوگ میرے ساتھ سفر کر چکے ہیں چھوٹا سفر ہو یا بڑا ان سے پوچھو کہ انہیں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ دیکھو اس وقت اللہ کی محبت میں موریشس سے دو عالم آئے ہوئے ہیں اور برطانیہ سے بھی کچھ لوگ آئے ہیں، اگر یقین نہ آئے تو ان سے حلف لے کر پوچھو کہ ان کو میرے پاس کیا ملتا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، امرود ملتا ہے امرود والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔

میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ لوہے نے پارس پتھر سے پوچھا کہ سنا ہے کہ جو آپ سے ٹچ ہوتا ہے وہ سونا بن جاتا ہے، اس کی دلیل کیا ہے؟ تو پارس پتھر نے لوہے سے کہا کہ اے بے وقوف! انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ مونکی! مجھ سے دلیل مت پوچھ، مجھ سے ٹچ ہو کر دیکھ، اگر سونا نہ بنے تو کہنا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر دلیل مانگنے والا بے وقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اللہ والوں کے ساتھ رہو۔ اس آیت کی تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ خَالِطُوۡھُمۡ لِتَکُوۡنُوۡا مِثۡلَھُمۡ۔ لیکن اس میں اخلاص شرط ہے ورنہ اللہ نہیں ملے گا۔

ایک غیر مخلص مرید کا واقعہ

ایک آدمی میرے مربّی اوّل مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے آپ سے بڑا فیض ہو رہا ہے، میں تو بالکل عرشِ اعظم پر پہنچ گیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ مکار ہے، اس کے دل میں اللہ کا ارادہ

نہیں ہے، یہ لقمۂ تر کے لیے میرے ساتھ ہے کہ کھانے پینے کو خوب ملے گا اور ٹائم اچھا پاس ہوجائے گا، اس میں اخلاص نہیں ہے، اس کے بعد حضرت نے میزبان سے فرمایا کہ جو کی روٹی اور دال پکانا اور خبردار اس میں گھی بھی نہ ڈالنا۔ اب اس آدمی نے دیکھا کہ یہاں تو دال رکھی ہوئی ہے پھر جب دوسرے دن بھی یہی ہوا اور تیسرے دن بھی ایسے ہی ہوا تو تین دن کے بعد وہ آدھی رات کو بھاگ گیا تب حضرت نے فرمایا کہ دیکھا میرا دل کہتا تھا کہ یہ اللہ والوں کے پاس اللہ کے ارادے سے نہیں آیا یہ کھانے پینے کے لیے آیا ہے اسی لیے بھاگ گیا، اس میں اخلاص نہیں تھا۔

نصابِ ولایت

اگر تین چیزیں ہوں تو آدمی ولی اللہ بن جائے گا:

(۱)...... شیخ کی صحبت جو وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صحابہ کو بھی وقت دیجئے، ان کے پاس رہئے چاہے اس کے لیے آپ کو تکلیف اُٹھانی پڑے لیکن آپ صبر کیجئے اور اپنے پھول سے ان کو خوشبودار کردیجئے کیونکہ آپ کی صحبت سے ہمیں اسلام پھیلانا ہے:

(۲)...... يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِيِّ سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ ذکر بھی کرو، اللہ کا نام بھی لو تاکہ اللہ تک پہنچ جاؤ کیونکہ اللہ کے نام میں میگنٹ ہے، جو میگنٹ پیدا کرتا ہے کیا اس کے نام میں میگنٹ نہیں ہوگا؟ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچاتا ہے، اللہ اللہ کرنا ہمیں اللہ تک پہنچاتا ہے۔ تو دو چیزیں ہوگئیں، شیخ کی صحبت اور ذکر اللہ، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جارہا ہے کہ وَاصۡبِرۡ آپ صحابہ کے ساتھ صبر کرکے رہیے کیونکہ یہ لوگ ہمارا ذکر

کررہے ہیں، ہم آپ کو غیروں کے پاس بیٹھنے کو نہیں کہہ رہے ہیں، آپ میرے عاشقوں میں بیٹھئے۔

(۳)......یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ان صحابہ کے قلب میں میں مراد ہوں، یُرِیْدُوْنَ مضارع ہے جس میں دو زمانے ہوتے ہیں حال اور استقبال، کیا مطلب؟ کہ ان کے دل میں اس وقت بھی میری ذات مراد ہے، یہ محض کھانے پینے والے نہیں ہیں، میں ان کا مراد ہوں۔ اصلی مرید وہ ہے جس کے دل میں اللہ مراد ہو، اللہ کے سوا کوئی غیر اللہ مراد نہ ہو۔ جو شیخ کے ساتھ رہے وہ کبھی اس کا وسوسہ بھی نہ لائے کہ شیخ کے ساتھ سفر کروں گا اور طرح طرح کے شہر دیکھوں گا، طرح طرح کی شکلیں دیکھوں گا، شیخ کے پاس صرف اس لیے رہو کہ ہم کو اللہ مل جائے۔ اور مضارع میں دوسرا زمانہ مستقبل کا ہے یعنی آئندہ بھی یہی ارادہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو مل جائے تو ان شاء اللہ ایک دن اللہ مل جائے گا۔

مخلص مرید پر شیخ بھی فدا ہوتا ہے

آگے اللہ تعالیٰ نے سفارش فرمائی وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی نظر عنایت کو ان سے الگ نہ کیجئے۔ شیخ کا دل بھی اس مرید پر فدا ہوتا ہے جو اللہ پر فدا ہوتا ہے۔ بڑے پیر صاحب شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اللہ کی محبت سیکھنے میرے پاس آتا ہے اور میں اسے اللہ اللہ کرنا سکھاتا ہوں، گناہوں سے بچنے کی ترکیب سکھاتا ہوں یہاں تک کہ تقویٰ کی برکت سے گناہ کی گندگی سے پاک کر کے میں اسے اللہ کی محبت کا عود لگا دیتا ہوں اور جو گناہ نہیں چھوڑتا شیخ لاکھ اس کو اللہ کی محبت کا عود لگائے مگر غلاظت اور نجاست کی وجہ سے وہ ظالم بدبودار ہی رہتا ہے۔ تو جب میں اللہ کی محبت سکھاتا ہوں اور اللہ کی محبت کا عود لگاتا ہوں اور غیر اللہ کی نجاست اور مردہ

خوری اور کرگسی صفت سے وہ پاک ہوجاتا ہے، میری تھوڑی سی محنت، توجہ اور آہ وزاری اور راتوں کی دعاؤں سے وہ اللہ والا ہوجاتا ہے تو بجائے اس کے کہ مرید مجھ پر فدا ہو میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہی اس مرید پر قربان ہوجاؤں۔

اصلی شیخ اور اُس کا شرف

اصل شیخ وہ ہے جو تنہائیوں میں راتوں کو اپنے مریدوں کی اصلاح کے لیے اللہ سے روتا بھی ہو کیونکہ وہ ہماری نیکیوں کی فیکٹری ہیں، ہماری سلطنت ہیں۔ اگر ایک بندہ بھی ولی اللہ ہوجائے تو شیخ کا درجہ کتنا بلند ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی آپ کا کھویا ہوا بیٹا ڈھونڈھ کر لائے تو آپ پہلے اس لانے والے کو پیار کریں گے بیٹے کو بعد میں پیار کریں گے کہ اللہ آپ کو جزا دے، آپ میری آنکھ کی ٹھنڈک، میرے جگر کا ٹکڑا تلاش کر کے لائے تو جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی محبت سکھاتا ہے اور اللہ سے جوڑتا ہے اور غفلت اور گناہوں کی گندگیوں کے جنگلوں سے پکڑ پکڑ کر انہیں اللہ کی محبت سکھاتا ہے تو جب کسی اللہ والے سے اور اللہ والوں کے غلاموں سے کوئی اللہ والا بن جاتا ہے تو پہلا پیار اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے اور اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور پھر اس کے بعد جو ولی اللہ ہوتا ہے اس کو پیار کرتا ہے لیکن پہلا پیارا سے نصیب ہوتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے۔

مجاہدہ کی ایک مثال

تو اللہ تعالیٰ کو پانے کی پہلی شرط صحبتِ اہل اللہ اور دوسری شرط مجاہدہ ہے۔ مجاہدہ کرنے والے کی مثال سوکھی لکڑی کی طرح ہے۔ اگر کوئی لکڑی جلانے بیٹھے تو سوکھی لکڑی فوراً آگ پکڑ لے گی اور گیلی لکڑی سوں ساں کر کے

بجھ جائے گی۔

ایک مرید کسی اللہ والے کے پاس گیا اور چالیس دن میں ولی اللہ ہو گیا اور خلافت بھی پا گیا، دوسرا مرید دس سال سے تھا۔ اس نے دل میں کہا کہ مجھے خلافت نہیں دی، میں تو دس سال سے شیخ کے پاس ہوں، شیخ کو منکشف ہو گیا۔ انہوں نے کچھ گیلی اور کچھ سوکھی لکڑیاں لانے کو کہا، پھر فرمایا کہ انہیں آگ لگاؤ۔ تو سوکھی لکڑیاں فوراً جل گئیں اور گیلی لکڑیاں بار بار بجھ جاتی تھیں، تب شیخ نے فرمایا کہ تو ہری لکڑی ہے اور وہ سوکھی لکڑی ہے۔ اس لیے تجھے جلاتا اور سلگاتا رہتا ہوں۔ جب تیرے نفس کا گیلا پن مجاہدات کی آگ سے ختم ہو جائے گا تو تو بھی اُڑ جائے گا۔

غمِ اولیاء

اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی فکر کرنا اور ان کی ناراضگی سے اپنے کو بچانے کا غم اُٹھانا اسی کا نام مجاہدہ ہے اور بس پورا اسلام یہی ہے، جو بندہ اپنے مالک کو ہر وقت خوش رکھے اور ایک سانس، ایک لمحہ، ایک سیکنڈ، ایک دقیقہ بھی ناراض نہ کرے تو سمجھ لو کہ اس کو غم اولیاء حاصل ہے اور اس غم کی قیمت یہ ہے کہ زمین و آسمان اس غم کو نہیں اُٹھا سکے، یہ وہ غم ہے جس سے انسان اولیاء صدیقین میں شامل ہو جاتا ہے، ہر لمحہ یہ غم رہے کہ میرے عمل سے اللہ خوش رہے اور میرے کسی عمل سے اللہ تعالیٰ ناخوش نہ ہو۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے صاجزادے مولانا سلمان یہاں تشریف فرما ہیں، فرماتے تھے ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

اگر اللہ تعالیٰ کے غم کا ایک ذرّہ نصیب ہو جائے تو دونوں جہان کے غم سے ہم کو

نجات مل جائے، اللہ کا غم جس کو ملا اس کو نہ دنیا کا غم ہے نہ آخرت کا غم ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی پھینکی تو وہ اژدھا بن کر جادوگروں کے سانپ اور بچھوؤں کو نگل گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے غم میں یہی تاثیر رکھی ہے کہ جس کو خدا کا غم ملتا ہے وہ دونوں جہاں کے غم کو نگل جاتا ہے، یہ غم عصائے موسوی سے کم نہیں ہے، عصائے موسوی سے اعلیٰ مقام کی چیز ہے، یہ اللہ کی محبت کا غم ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔

غمِ تقویٰ نصیب دوستاں ہے

میں یہی کہتا ہوں کہ بس اللہ کی محبت کا غم مل جائے، ایک ذرّہ اللہ کی محبت کا غم یہی ہے کہ مالک کو ناخوش کر کے حرام خوشیاں اپنے دل میں نہ آنے دو اور ہر وقت خدا پر فدا رہو اور اس غم کی یہ حقیقت ہے کہ اگر سارے عالم کی خوشیاں اس غم کو استقبالیہ اور گارڈ آف آنر پیش کریں تو واللہ کہتا ہوں کہ اللہ کی محبت کے ایک ذرّہ غم کا حق ادا نہیں ہو سکتا، یہ نصیبِ دشمناں نہیں ہے، یہ نصیب دوستاں ہے، اللہ اپنے دوستوں کو یہ غم دیتا ہے اور نافرمانی کی حرام لذتیں یہ نصیب دشمناں ہے، نصیب فاسقاں ہے، نصیب عاصیاں ہے۔

غمِ تقویٰ کا مقام

اللہ کے راستے کے ایک ذرّہ غم کا تو یہ مقام ہے اور اگر اللہ کے راستے کا ایک کانٹا چبھ جائے، دل کو دُکھ پہنچ جائے، زخم حسرت لگ جائے کہ آہ کیسی شکلیں تھیں کاش کہ دیکھتے مگر میرے مولیٰ آپ نے منع کر دیا، ہم اپنے دل کو آپ پر فدا کرتے ہیں، قلب کو بھی اور جذبات کو بھی یعنی ظرف بھی اور

منظر وف بھی، ہم خونِ آرزو کے لیے تیار ہیں، لاکھ ہمارا خون آپ پر بہہ جائے تو بھی آپ کی قیمت ہم سے ادا نہیں ہوسکتی اور خونِ آرزو کیا چیز ہے ہم اپنی گردن کا خون بھی آپ پر پیش کرنے کے لیے تیار ہیں، اگر اللہ کے راستے میں ایک کانٹا چبھ جائے تو اگر اس کانٹے کو سارے عالم کے پھول سلامی اور گارڈ آف آنر دیں تو بھی اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے جس کو اللہ والا بننا ہو وہ اللہ کے راستے کا غم اٹھانے کا حوصلہ کرے۔

یا مکن با پیل باناں دوستی
یا بنا کن خانہ بر اندازِ پیل

یا تو ہاتھی بان سے دوستی نہ کرو یا اپنے گھر کا دروازہ بڑا کرلو کیونکہ جب وہ ہاتھی پر بیٹھ کر آئے گا تو چھوٹے دروازہ سے گھر کے اندر کیسے آئے گا؟ لہٰذا اگر اللہ سے دوستی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو اپنے دل کا دروازہ بڑا رکھو، حوصلہ بلند کرو۔ جن پر ہم لوگ جان دے رہے ہیں یہ جان دینے والے نہیں ہیں، جان تو خدا نے دی ہے اور تم اسے دوسروں کو دیتے ہو، مرنے والے حسینوں کے ڈسٹمپر پر جان دیتے ہو۔ سوچو تو سہی کہ کس سے جوڑتے ہو اور کس سے توڑتے ہو۔

بقول دشمن پیمانِ دوست بشکستی
ببیں از کے بُریدی و باکے پیوستی

دشمن کے کہنے سے اللہ کے پیمان اور وعدے کو توڑتے ہو، دیکھو تو کس سے رشتہ جوڑتے ہو اور کس سے توڑتے ہو۔

اللہ والوں کی تاریخ زندہ رہتی ہے

لیلائیں تو تمہیں لات وگھونسے اور جوتیاں لگائیں گی کیونکہ حسینوں کو ہینڈل کرنے والوں کے سر پر جوتیاں پڑتی ہیں اور مولیٰ پر فدا ہونے والوں کے

جوتے اُٹھائے جاتے ہیں اور نافرمانوں کی تو مرنے کے بعد بھی تاریخ لعنتی رہتی ہے کہ یہ ظالم تھا، بدمعاشیاں کیا کرتا تھا اور اللہ والوں کی مرنے کے بعد بھی تعریفیں ہوتی ہیں۔ آہ! جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ قونیہ، شاہ خوارزم کے نواسے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اولاد، فرماتے ہیں۔

نیکواں رفتند و سنتہا بماند
و ز لئیما ظلم و لعنتہا بماند

نیک بندے جاتے ہیں تو ان کے تذکرے، ان کی سنتیں، ان کے طریقے، ان کی تاریخ زندہ رہتی ہے اور کمینے لوگ بدمعاشیاں تو کر گئے، تھوڑی دیر کے لیے حرام لذت لوٹ کر منہ کالا کر گئے مگر ان کی لعنتیں ہمیشہ قائم رہیں گی، ان کی بدمعاشیوں کے تذکرے ہوتے رہیں گے، ان کے ظلم اور لعنتیں اور ان کے برے طریقے جاری رہتے ہیں، جس کے ساتھ یہ بدفعلی کرتا ہے وہ اگلے سے بدفعلی کرتا ہے، قیامت کے دن معلوم ہوگا اس خبیث حرکت کا۔ اس لیے توبہ کریں ایسے لوگ اور یہ بھی کہیں کہ یا اللہ میرے گناہوں کی معافی بھی دیجئے اور اس کے نقصاناتِ لازمہ اور متعدیہ کی تلافی بھی کیجئے، بالغ ہونے کے بعد سے ہم سے جو گناہ ہوگئے ان کی معافی بھی دیجئے اور آپ کی مخلوق کو میری ذات سے جو نقصان پہنچا کہ میں نے ان کی عادت خراب کی ان نقصانات کی بھی تلافی فرمادیجئے یعنی جذب کرکے ان کو بھی اللہ والا بنادیجیے، ایسا نہ ہو کہ میرے برے عمل کی تقلید کرتے ہوئے وہ آگے گناہ کریں تو اس کا وبال بھی ہمارے سر آئے۔

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے
غم تمہارا دل ہمارا چاہیے

وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

جو اللہ سے اللہ کو مانگتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کو اللہ ملنے والا ہے کیونکہ درخواست کی توفیق بھی وہی دیتا ہے۔

انہی کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

اور جگرؔ کے استاد اصغر گونڈوی کا شعر ہے۔

میں سمجھتا تھا مجھے ان کی طلب ہے اصغرؔ
کیا خبر تھی وہی لے لیں گے سراپا مجھ کو

درخواست کی توفیق ان کو دیتا ہے جن کو دینا ہوتا ہے، جس بچے کو لڈو دینا ہوتا ہے تو ابا کہتا ہے کہ بیٹا مجھ سے لڈو مانگو تو جس کو اللہ اپنا بنانا چاہتا ہے اور اپنی محبت کا غم اور نسبتِ ولایت دینا چاہتا ہے اسی کو درخواست بھی سکھاتا ہے۔

حسینوں پر مرنے والا قربِ خداوندی سے محروم رہتا ہے

اور جو مرنے والوں پر مرنا نہیں چھوڑتا تو اس کی مثال مولانا رومیؒ نے بیان فرمائی ہے کہ ایک کیڑے کو تواتر سے یہ خبر ملی کہ اس درخت پر انگور لگے ہوئے ہیں۔ اس خبر کی وجہ سے وہ کیڑا اچلا اور ہرے پتے کو انگور سمجھ کر ظالم نے اسی پتے کو کھانا شروع کر دیا اور غلط فہمی سے یہ سمجھا کہ شاید یہی انگور ہے، ساری زندگی پتہ کھاتا رہا یہاں تک کہ مر گیا، انگور کے پتے پر اس کی قبر بھی بن گئی اور اس گروہ کے اور حمقاء بھی وہیں مر گئے اور کیڑوں کا قبرستان بن گیا اور کچھ خوش نصیب کیڑے اس پتے سے نظر بچا کر، صرفِ نظر کر کے آگے بڑھے، لیلاؤں سے نظر بچائی اور انگور پا گئے، اور جنہوں نے غلطی سے کبھی ہرے پتے کو

چکھا تھا انہوں نے کہا کہ آہ میری زندگی کہاں غارت ہوئی، میں پتوں میں لگا ہوا تھا ارے انگور تو یہاں ہے۔

تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی حیاتِ فانیہ کو حسنِ فانی پر یعنی لڑکیوں اور لڑکوں کے حسن پر اپنی بے وقوفی اور حماقتوں سے غارت کیا وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے انگور سے محروم رہے اور قرب کے انگور سے جب محروم رہے تو ساری زندگی لنگور رہے۔

حضرت والا کی حاضر جوابی

انگور پر ایک واقعہ یاد آیا، آج سے تیس برس پہلے میں ناظم آباد میں انگور خرید رہا تھا تو ایک مسٹر نے میرا مذاق اڑایا اور کہا کہ اچھا آج کل مولوی لوگ بھی انگور کھاتے ہیں۔ میرے دل میں فوراً جواب آ گیا، میں نے کہا تو کیا انگور صرف لنگور ہی کھاتے ہیں؟

سماع چار شرائط سے جائز ہے

اب مولانا منصور صاحب اشعار سنائیں گے، انہوں نے کبھی قوالی نہیں سنی لیکن آج جائز قوالی سنائیں گے، جس کی چار شرائط ہیں جنہیں علامہ شامی اور حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، ان شرائطِ اربعہ کو یاد کرلو:

(۱) مسمع امرد و زن نباشد۔ (۲) مضمون خلافِ شرع نباشد۔

(۳) آلۂ لہو و لعب نباشد۔ (۴) سامع اہلِ ھویٰ نباشد۔

نمبر ایک: سنانے والا امرد لڑکا اور عورت نہ ہو، امرد یعنی جس کی ڈاڑھی مونچھ نہ ہو، لیکن اب شرطِ اوّل میں اس قید کا اضافہ کیا جارہا ہے کہ اگر ڈاڑھی مونچھ ہو مگر

ہلکی ہوتب بھی اس سے اشعار نہ سننا چاہئے۔ نمبر دو: ڈھول، سارنگی، باجہ غرض آلۂ ساز نہ ہو ورنہ طبیعت ناساز ہوجائے گی۔ نمبر تین: مضمون خلافِ شرع نہ ہو۔ نمبر چار: سننے والے اہلِ ہویٰ نہ ہوں، نفس پرست نہ ہوں اور اگر اشعار حکمت و موعظت پر مبنی ہوں تو سامعین کے اہلِ ہویٰ نہ ہونے کی شرط نہیں ہے کیونکہ ایسے اشعار سے اہلِ ہویٰ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جاتے ہیں اور ان کا عشقِ لیلیٰ عشقِ مولیٰ سے تبدیل ہوجاتا ہے۔

مولانا جو اشعار سنارہے ہیں تو امرد اور زن میں ان کا شمار نہیں ہوتا، مضمون خلافِ شرع نہیں ہے، آلۂ لہو ولعب یعنی سارنگی، ڈھولک، طبلہ وغیرہ نہیں ہے اور سننے والے الحمدللہ سب صالحین ہیں لہٰذا آج جائز قوالی سن لو، نہ اس میں ساز ہے، نہ باجا اور پڑھنے والا مرد ہے، پھر نہ کہنا کہ خبر نہ ہوئی، مزہ لوٹ لو یہ راتیں پھر کہاں ملیں گی۔ ان شاء اللہ اگلے سال بخیر زندگی اللہ رکھے تو پھر حاضری ہوگی۔

تو چار شرطیں بتادیں، اب مجلس پر کسی قسم کا اعتراض کرنے والا خود بے وقوف ہوگا بلکہ امیر الحمقاء ہوگا، میں پہلے مَالَہٗ وَمَاعَلَیْہِ ٹھیک کردیتا ہوں۔ ہمارا ایک دوست ہے، میرا مرید بھی ہے، غضب کا شاعر ہے، تائبؔ اس کا نام ہے۔ اس کا ایک شعر ہے ؎

ہماری آہ وفغاں یوں ہی بے سبب تو نہیں
ہمارے زخم سیاق و سباق رکھتے ہیں

ظالم نے مولویانہ شعر کہا ہے کیونکہ اساتذہ سیاق وسباق بہت بتاتے ہیں۔

جو جان اللہ پر فدا نہ ہو وہ بڑی ہی محروم جان ہے اور جان اللہ پر فدا کرنے کی پہلی شرط یہی ہے کہ مرنے والوں سے بچو کیونکہ زندہ حقیقی اُس قلب میں اپنی تجلیات کے ساتھ متجلّی نہیں ہوتا جس قلب میں مردے لیٹے ہوئے ہوں۔

(پھر مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا دامت برکاتہم کے اشعار سنائے جن میں سے چند کی حضرت والا نے تشریح بھی فرمائی۔)

اہلِ دل کون ہیں؟

صحبت اہل دل جس نے پائی نہ ہو
اُس کا غم غم نہیں اُس کا دل دل نہیں

اہلِ دل سے مراد اہل اللہ ہیں اور اللہ والوں کو اہلِ دل کیوں کہتے ہیں؟ اس کا جواب میں نے اپنے فارسی شعر میں دیا ہے جس کو پڑھ کر مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ وجد میں آگئے تھے۔ وہ شعر ہے ؎

اہل دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد او را کہ دل را می دہد

اہل دل وہ ہے جو اپنے دل کو اپنے خالق پر، اللہ پر فدا کردے، اس کو دل دے جس نے ماں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ دیکھو! مکھیوں کے پاس پر ہے یا نہیں؟ لیکن مکھی کو پروانہ نہیں کہتے کیونکہ وہ پیشاب اور پاخانہ کی نالیاں چوستی ہے تو جس کا دل پیشاب پاخانے کے مقام پر مرتا ہے وہ دل اس قابل نہیں ہے کہ اسے دل کہا جائے، دل وہی ہے جو اللہ پر فدا ہوتا ہے، مکھی کے پر ہیں مگر دنیائے لغت نے اسے پروانہ تسلیم نہیں کیا لہٰذا اپنی قیمت کو گراؤنڈ فلور کے چکروں میں ضائع مت کرو۔

لذاتِ دو جہاں کے لئے خالق دو جہاں کافی ہے

اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

﴿اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ﴾

(سورۃ الزمر، آیت:۳۶)

کیا تمہارے دل کی بہاروں کی لطف اندوزی، سہارے، سکون اور لذتِ دوجہاں کے لیے تمہارا خالقِ دوجہاں کافی نہیں ہے؟ جو لیلاؤں کو نمک دے سکتا ہے وہ تمہارے قلب کو حاصلِ نمکیاتِ لیلائے کائنات نہیں دے سکتا؟ اَلَیْسَ اللّٰہُ نکرہ تحت النفی ہے قاعدہ ہے اِنَّ النَّکِرَۃَ اِذَا وَقَعَتْ تَحْتَ النَّفْیِ تُفِیْدُ الْعُمُوْمَ۔ آہ! قرآنِ پاک پر ایمان لانے والو کچھ تو سوچو، اس آیت پر ایمان لانا تو علم الیقین ہے کہ قرآن سچا ہے، سب مانتے ہیں مگر ذرا عین الیقین بھی حاصل کرو کسی اللہ والے کو جا کر دیکھو کہ وہ کس طرح اپنے مولیٰ کی یاد میں مست ہے، بڑے سے بڑے حسین کو نظر اٹھا کے نہیں دیکھتا، یہ عین الیقین ہے لیکن جب ان کے صدقے میں خود اللہ آپ کے دل میں آئے گا تو حق الیقین پا جاؤ گے۔ دیکھو اگر کوئی کہے کہ شامی کباب مزیدار ہوتا ہے تو علم الیقین مل گیا۔

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسی جیسے شباب کی لذت

اور کسی کو کباب کھاتے ہوئے دیکھا کہ کیسے مزے سے کھا رہا ہے تو یہ عین الیقین ہے، پہلے صرف علم حاصل ہوا تھا کہ شامی کباب مزیدار ہوتا ہے اب کسی کو کھاتے ہوئے آنکھ سے دیکھ لیا تو یقین علمی کے ساتھ یقین عینی بھی حاصل ہو گیا اور جب خود کباب کھالیا، کسی نے منہ میں ڈال دیا تو حق الیقین حاصل ہو جائے گا۔ بس یہ تین درجے ہیں علم کے، قرآن پاک پر ایمان لانا علم الیقین ہے، کسی اللہ والے کو دیکھو تو عین الیقین مل جائے گا اور جب خود اللہ کو پا جاؤ گے تو حق الیقین مل گیا۔ اس مضمون کو یعنی علم کے تین درجوں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کو سمجھانے کے لیے استادوں کو پسینے آجاتے ہیں لیکن بتاؤ آپ کو مزے سے سمجھ آ گیا کہ نہیں؟ اور یہ مسئلہ ظالم کباب نے آپ کو سمجھایا ہے۔

فلسفہ کے ایک مسئلہ کا حل دعوتِ طعام کی مثال سے

اسی طرح فلسفہ کا ایک اور مسئلہ ہے جو بڑے بڑے استاد نہ خود سمجھتے ہیں نہ سمجھا پاتے ہیں اِلَّا ماشاء اللہ اور وہ مسئلہ ہے بشرطِ شے، بشرطِ لا شے، لا بشرطِ شے۔

بتائیے چکرآ گیا یا نہیں؟ ایک دفعہ میرے دو بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور ڈھاکہ کے حافظ جی حضور جو حکیم الامت کے خلیفہ تھے، میں نے ان سے کہا کہ حضرت فلسفے کا ایک مسئلہ اختر اس طرح سمجھاتا ہے کہ اس سے طالب علم اور استاد بہت جلدی سمجھ جاتے ہیں۔ جیسے کسی نے آپ کی دعوت کی، آپ کہیں کہ صاحب اس شرط پر دعوت قبول ہے کہ آپ شامی کباب کھلائیں گے، آپ نے دعوت میں شامی کباب کی شرط لگادی، اس کا نام ہے دعوت بشرطِ شے اور اگر آپ کہیں کہ مجھے گائے یا بیل کا بڑا گوشت نقصان کرتا ہے، لہٰذا بڑا گوشت نہ کھلانا تو اس کا نام ہے دعوت بشرط لا شے کیونکہ بیل کا گوشت لا شے ہوگیا۔ پہلی شرط میں حصول تھا کہ کباب لاؤ، یہاں بشرط لا شے ہے کہ بیل کا گوشت نہ ہو، بکرا کھلانا۔ دو مسئلے حل ہوگئے، بشرطِ شے کباب سے حل ہوا اور بشرطِ لا شے بڑے گوشت سے حل ہوا۔ اب اگر آپ نے کہا کہ صاحب کوئی قید نہیں، آپ کی مرضی پر ہے چاہے کباب کھلاؤ، چاہے بیل کا گوشت کھلاؤ، جو چاہو کھلاؤ، جو چاہو نہ کھلاؤ، اس کا نام ہے دعوت لا بشرط شے۔ جب میں نے اس کو بیان کیا تو سب علماء اور میرے مشائخ بھی ہنسے اور شاباشی دی۔ تو دیکھا آپ نے دعوت کی کرامت کہ یہ فلسفے کے مسائل حل کردیتی ہے۔

حکیم الامت نے فرمایا کہ دو نعمتوں کی طرف لوگوں کی توجہ کم جاتی

ہے: (۱) دعوت کا کھانا اور (۲) جماعت کی نماز، جس کو دعوت مل جائے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ کا شکر ادا کرو اور جماعت سے نماز مل جائے تو بھی اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ جماعت میں ساری محنت امام کر رہا ہے، جماعت کی نماز میں محنت امام کی اور کام آپ کا بن گیا اور ثواب بھی ستائیس گنا زیادہ۔

جماعت کے وُجوب کی ایک عاشقانہ حکمت

اور میں اسی سے مسئلہ بتاتا ہوں کہ خالی تنہائیوں کی عبادت اللہ کو پسند تو ہے مگر اپنے عاشقوں کی ملاقات کو اللہ نے ترجیح دی اور جماعت کی نماز کو واجب قرار دیا کہ گھر میں اکیلے نماز مت پڑھو، میرے عاشقوں سے بھی ملو، جماعت کا وجوب ملاقاتِ عاشقاں کا ایک بڑا ذریعہ ہے، ملاقاتِ دوستاں کا ذریعہ ہے اور پھر عاشقوں کی اسی تعداد پر قناعت مت کرو، جمعہ کے دن اور زیادہ عاشقوں سے ملو پھر عید بقرعید کو اور زیادہ عاشقوں سے ملو اور حج عمرہ نصیب ہو تو بین الاقوامی عاشقوں سے ملاقات اور زیارت کرو۔ میں بھی سارے عالم کے سفر کے لیے اللہ سے گروہِ عاشقاں مانگتا ہوں۔ مولانا منصور صاحب کا مصرع ہے ؎

کبھی چلو میرے مرشد کے ہم سفر ہو کر

اپنے مربّی کے ساتھ سفر کا فائدہ

حضرت حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ اپنے مربّی کے ساتھ سفر کرو، جب وہ بھی بے وطن ہو، اپنے بال بچوں سے دور ہو اور مرید بھی اپنے بال بچوں سے دور ہو پھر دیکھو کہ اللہ کتنی تیز والی پلاتا ہے ؎

مانا کہ بہت کیف ہے حبّ الوطنی میں
ہو جاتی ہے مے تیز غریب الوطنی میں

اس لیے مجددِ زمانہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشورہ ہے کہ اپنے مربیوں کے ساتھ سفر بھی کیا کرو تا کہ مربّی بھی اور تم بھی وطن سے بے وطن ہو اور بال بچوں سے جدا ہو، طالب ومطلوب، مرید وشیخ، استاد وشاگرد سب بے وطن ہو جاؤ تا کہ ہجرت کی مشابہت ہو جائے۔ اگر صحبت مرشد کی اہمیت نہ ہوتی تو صحابہ کو اجازت مل جاتی کہ ہمارا نبی مدینہ پاک ہجرت کر رہا ہے لیکن تم مکہ ہی میں رہ سکتے ہو لیکن فرمایا کہ کعبہ سے چپٹے رہو گے تو گھر تو مل جائے گا مگر گھر والا نہیں پاؤ گے، لہٰذا میرے نبی کے ساتھ جاؤ، رسول اللہ سے اللہ ملے گا، کعبۃ اللہ سے کعبہ ملے گا اور اللہ والوں سے اللہ ملے گا۔

اس لیے آج اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں یہ مضمون عطا فرمایا کہ جو اخلاقِ رذیلہ اور گناہوں کے تقاضوں کے کڑوے پانی سے بھرے ہوئے ہوں اور اللہ کا کوئی بندہ ان کے پاس آجائے تو اس کے ساتھ سفر کرلو، پھر جب تم بادلوں کی طرح برسو گے تو کڑوے نہیں رہو گے میٹھے برسو گے۔ اس لیے اگر وہ اللہ والا تمہیں ہائی جیک کرلے تو خوشی خوشی اس کے ساتھ چلے جاؤ اور یہ سمجھو کہ یہ میرے کڑوے پانی کو میٹھا پانی بنائیں گے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں کو بادل سمجھو اور اس پر ایک شعر فرمایا تھا۔

رحمت کا اَبر بن کے جہاں بھر میں چھائیے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے

اس لیے سارے عالم میں علماء دین کے سفر کو نعمت سمجھو اور جلدی سے اس کے ہائی جیک میں شامل ہو جاؤ پھر ان شاء اللہ تم ایسے میٹھے بنو گے کہ میٹھے برسو گے بھی، تمہارا پانی بھی میٹھا برسے گا اور چند دن کے بعد تم خود حیرت میں آجاؤ گے۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوق فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

حیرت کروگے کہ ہم کیا تھے اور کیا سے کیا ہوگئے۔ بھیکا شاہ نے اپنے شیخ شاہ ابوالمعالی سے کہا کہ ؎

بھیکا معالی پہ واریاں دن میں سو سو بار
کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

اے بھیکا شاہ اپنے شیخ شاہ ابوالمعالی پر دن میں سوسو بار قربان ہوجا کہ تو کوا تھا، گو کھاتا تھا، گناہ کرتا تھا، اللہ نے تیرے مرشد شاہ ابوالمعالی کے صدقے میں تجھے کوے سے ہنس چڑیا بنا دیا اور دیر بھی نہیں لگائی۔ اس طرح اللہ انقلاب دیتا ہے، کیا کہیں دوستو! ایک دن آنکھ بند ہوجائے گی پھر پچھتانے سے کچھ نہیں ہوگا، جلدی کرو، اللہ والا بننے میں دیر مت کرو کیونکہ کچھ بھروسہ نہیں کہ اللہ کب بلا لے۔ میرے شیخ اعظم گڑھ کی پوربی زبان میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

اشعار کے درمیان تھوڑی تھوڑی نثر پیش کررہا ہوں تاکہ تجلیاتِ نظم بھی دیکھو اور تجلیاتِ نثر کا بھی مشاہدہ کرو، آہ نثراً ہو یا نظماً ہو دونوں ان شاء اللہ ہمارے دل میں نور کا ذریعہ بنیں گے۔

نسبت مع اللہ سے محرومی کی دلیل

غیرِ حق سے لگاتا ہے جو اپنا دل
تیری اُلفت کے غم کا وہ حامل نہیں

اس کی شرح سنو! جس کا دل غیر اللہ پر اور مرنے والوں پر مرتا ہے ان کے

عارضی جمال اور ڈسٹمپر کو دیکھتا ہے یہ دلیل ہے کہ اس کے قلب میں مولیٰ نہیں ہے اور اس دلیل کی دلیل پیش کرتا ہوں۔ جس کے دل میں نسبت مع اللہ اور اللہ کے قرب کی دولت نہیں ہوتی وہی آنکھوں سے حسینوں کو دیکھتا ہے، جس کی نظر کا تالا کھلا رہتا ہے یہی دلیل ہوتی ہے کہ اس کا گھر ویران اور خالی ہے، آپ نے کبھی دیکھا کہ کسی مالدار کے گھر کا تالا کھلا رہتا ہو، تو جس کی آنکھیں کالی اور گوریوں پر کھلی رہتی ہیں یہ دلیل ہے کہ یہ شخص نسبت مع اللہ کی دولت سے محروم ہے، کیوں صاحب! یہ دلیل کیسی ہے، آسان بھی ہے اور قریب الفہم بھی ہے۔

ابھی اس نظم کے بعد ایک نعت شریف سنوانے کا ارادہ ہے، کبھی ترقی من الادنیٰ الی الاعلیٰ کی جاتی ہے، آج کل جہازوں میں یہی ہو رہا ہے، پہلے سلاد ٹماٹر وغیرہ پیش کر کے آدھا پیٹ بھر دیتے ہیں، بریانی وغیرہ بعد میں لاتے ہیں۔ بعض وقت تو مجھ کو دھوکہ لگ گیا، میں سمجھا کہ شاید یہی ملے گا تو میں نے پیٹ بھر لیا، بعد میں جب بریانی آئی تو میں نے کہا ’’قہرِ دُرویش برجانِ دُرویش‘‘۔

آپ کا ہوں میں بس اور کسی کا نہیں
کوئی لیلیٰ نہیں کوئی محمل نہیں

آہ! کہاں مرتے ہو جغرافیہ بدلنے والوں پر۔

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

جتنے حسین دوست تھے اُن کا بڑھاپا دیکھ کر
حسن کی شان گر گئی میری نگاہِ شوق سے

اب کیوں نہیں تارے گنتے؟ جو مرنے والوں پر مرتا ہے اور اللہ کے غضب کو

خریدتا ہے یاد رکھو اس کے آنسو گدھے کے پیشاب سے بدتر ہیں اور دیوانِ غالب کی غزل بھی وہاں کام نہیں آئے گی۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

اس درد کی دوا جوتے ہیں۔ ایک آدمی ایک لڑکی کے پیچھے لگا ہوا تھا تو اس نے سینڈل اتار کر دس بیس جوتے لگائے، دوسرے دن اخبار میں آ گیا کہ ''عشق کا علاج جوتا''۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ اگر اللہ پر مرتے تو تمہارے جوتے اٹھائے جاتے۔

مربّی کس کو بنانا چاہئے؟

صحبتِ شیخ سے جو بھی محروم ہے
بن کے رہبر بھی وہ شیخ کامل نہیں

ہمارے یہاں پاکستان میں ایک صاحب ہیں جو کسی شیخ سے بیعت نہیں ہیں، ان کا کوئی مربّی نہیں ہے اور خود مربّی بنے ہوئے ہیں تو جدہ سے دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا کہ کیا ہم ان سے بیعت ہو جائیں؟ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ان کا کوئی مربّی ہے؟ کہا کہ ان کا تو کوئی مربّی نہیں ہے، اس پر میں نے کہا لَا تَأْخُذُوْہُ بَابًا مَنْ لَّا بَابَا لَہٗ اس کو بابا مت بناؤ جس کا کوئی باپ نہ ہو، وہ دونوں ہنسے اور کہا آئی ایم سوری۔

پھر فرمایا: مولانا پڑھیے! مولانا منصور کا ادب دیکھا آپ نے، درجۂ ضرورت میں میرے ساتھ بیٹھے تھے اور جب میں گفتگو کرنے لگا تو نیچے بیٹھ گئے۔ (پھر مولانا منصور صاحب نے یہ شعر پڑھا)۔

عشقِ مجازی کی ابتداء نظر بازی اور انتہا بربادی ہے

عشقِ ناداں کا تھا جو بھرم کھل گیا
میر اب منہ دکھانے کے قابل نہیں

عشقِ ناداں کا بھرم کھل جاتا ہے آخر میں، پہلے تو یہی کہتا ہے کہ مجھے آپ سے پاک محبت ہے، میں تو اللہ کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں، آخر کار یہ گلاب جامن اور رس ملائی ایک دن رنگ دِکھاتی ہے، عاشق پہلے تو خوب مرنڈا پلاتا ہے لیکن جب ڈنڈا دکھاتا ہے تب معشوق کہتا ہے توبہ توبہ ہمیں کیا خبر تھی کہ آپ اتنے نالائق اور خبیث الطبع ہیں، ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ ہم سے اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں، عاشقِ فرسٹ فلور ہیں، اب معلوم ہوا کہ آپ عاشقِ گراونڈ فلور تھے۔ اسی لیے عشق مجازی کی انتہا کی بربادی کی وجہ سے اللہ نے ابتدا یعنی نظر کو حرام فرمایا۔

عشقِ بتاں کی منزلیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو انتہا غلط کیسے صحیح ہو ابتدا

یہ میرا ہی شعر ہے، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس نے نظر بازی کو حرام فرمادیا، نہ نظر خراب کرو، نہ اپنے مولیٰ سے دور رہو۔ میر تقی میرؔ شاعر تھا اس نے کہا تھا۔

میرؔ صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامئے دستار

لیکن اب اِس زمانہ میں میر لوگ ٹوپی پہنتے ہیں، پگڑی کا رواج ختم ہو گیا تو اب مجھے شعر بدلنا پڑا۔

میرؔ صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامئے شلوار

کیا کریں وزن تولانا ہے، دستار کے وزن پر شلوار ہے۔

شرافتِ عبدیت کا تقاضا

سارے عالم میں اخترؔ کی ہے یہ صدا
وہ کمینہ ہے جو اُن کا سائل نہیں

سائل سے مراد وہ سائل ہے جو اللہ کو ڈھونڈے، جو اللہ کو ڈھونڈتا ہے یہ اس کی شرافت ہے کہ آسمان وزمین اور شمس وقمر کے خالق کو تلاش کرتا ہے کہ جس کی ربوبیت اور پرورش میں سارا نظامِ عالم ہے، وہ اس خالقِ عالم اور خالقِ نظامِ عالم کو ڈھونڈتا ہے، اس کا ڈھونڈنا عینِ عقل اور شرافتِ طبع ہے۔

دو قسم کے لوگ

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مسافر کئی روز سے جنگل میں بھوکا پیاسا میلے لباس میں بھٹک رہا تھا کہ اچانک اس کو ایک بنگلہ نظر آیا، اس نے بنگلہ کے چوکیدار سے پوچھا کہ یہاں کھانا پانی مل جائے گا؟ اس نے کہا کہ پہلے ہم آپ کے میلے کپڑوں کی جگہ نیا کپڑا پہنائیں گے پھر آپ سموسے، پاپڑ اور کڑھی کھایئے، وہ مسافر گجراتی تھا، اس کے تو مزے آگئے، گجراتیوں کو سموسہ بہت پسند ہے یہاں تک کہ افریقہ کے تین سو ساٹھ کلومیٹر کے جنگل میں ہرن دیکھ کر ایک گجراتی نے میرے کان میں کہا کہ یہ شیروں کا سموسہ ہے، میں نے کہا کہ واہ رے شاباش! جنگل میں بھی سموسہ یاد آ گیا۔

تو مسافر تھکا ماندہ تھا نہا دھو کر کھانا کھا کر سو گیا، جاگنے کے بعد اس نے پوچھا کہ بھئی یہ بنگلہ کس کا ہے اور مسافروں کی راحت کا یہ انتظام کس نے کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک سیٹھ صاحب ہیں جنہوں نے یہاں مسافر خانہ بنا دیا

ہے تو اس نے کہا کہ اللہ ایسے سیٹھ کو جزائے خیر دے، آپ مجھے ایڈریس دیجئے، میں ملاقات کر کے ان کا شکریہ ادا کروں گا۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ یہ شریف مسافر ہے۔

اب دوسرا مسافر آیا، نہایا دھویا، مفت کے کپڑے بدلے، مفت کا سموسہ نگلا اور کھا پی کے سو کے چلا گیا اور پاسبان سے پوچھا بھی نہیں کہ یہ بنگلہ کس کا ہے یا ہمارے لیے ان نعمتوں کا انتظام کس نے کیا ہے تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ پہلا مسافر شریف ہے دوسرا مسافر کمینہ ہے، طبعی طور پر بے غیرت ہے، بے حس ہے، جانور ہے، انسان نہیں ہے پھر فرمایا کہ اسی طرح دنیا میں بھی دونوں قسم کے لوگ ہیں، شریف بھی ہیں اور کمینے بھی ہیں، کمینے وہ ہیں جو کھاتے پیتے ہیں مگر کبھی نہیں پوچھتے کہ جس سورج نے غلہ پکایا ہے یہ کس نے پیدا کیا ہے، اس سورج کا خالق کون ہے؟ جس سمندر سے بادل اُٹھے اس سمندر کا خالق کون ہے؟ اور یہ بادل جنہوں نے سمندر کے کڑوے پانی سے میٹھا پانی برسایا تو ان میں کونسا فلٹر پلانٹ ہے؟

عارفانہ اشعار کو غیر دین سمجھنا جہالت ہے

اب ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ بعض لوگ خشک ہیں، خوش نہیں ہیں۔ حضرت مسیح اللہ خاں جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خوش رہو مگر خشک نہ رہو بعض خشک لوگ سمجھتے ہیں کہ اشعار وغیرہ یہ غیر دین ہے، یہ جہالت کے زبردست جراثیم ہیں۔ یہ بتاؤ کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ صحابی سے اشعار سنے ہیں یا نہیں؟ علماء دین بتائیں! حکیمانہ، عارفانہ، عاشقانہ، ناصحانہ اشعار سننا یہ سنتِ پیغمبر ہے اور سنانا سنت صحابی ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو باقاعدہ چادر بچھا کر تخت پر بٹھا کر

اشعار سنتے تھے اور تفسیر قرطبی میں میں نے خود دیکھا کہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ مجھے فلاں شاعر کا شعر سناؤ، انہوں نے ایک شعر سنایا آپ نے فرمایا اور سناؤ، صحابی کہتے ہیں حَتّٰی اَنْشَدْتُّ مِأَةَ بَیْتٍ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سو شعر سنائے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو سو شعر مسلسل سنیں اور آج کل کا خشک ملا سمجھتا ہے کہ یہ سب چیزیں دین نہیں ہیں، ایسی حماقتوں سے توبہ کرو، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار جس جنگل میں دردِ دل اور آہ وفغاں کے ساتھ کہے، اختر نے وہ جنگل قونیہ میں جا کر دیکھا جس کا یہ شعر خاص طور سے قابل سماعت ہے ۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیر خدا محرم نبود

اے دنیا والو! جلال الدین اللہ کی یاد میں ایسی جگہ آہ کرتا ہے جہاں سوائے آسمان کے کوئی میرا ساتھ نہیں دیتا اور میری محبت کے اس بھید کو سوائے میرے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ میرے سفرِ قونیہ میں مولانا ایوب صاحب بھی تھے اور وہاں کے بہت سے لوگ تھے، مولانا ہارون صاحب بھی تھے۔ کیا کہیں کیسا سفر تھا، اختر نے درسِ مثنوی جلال الدین رومی کی خانقاہ میں بھی دیا اور اس میں علماء کافی تھے انہوں نے فرمائش کی اور اجازت بھی مانگی کہ ہم بھی مثنوی پڑھنا چاہتے ہیں اور وہاں کے لوگ خانقاہ رومیہ میں اس فقیر کے ہاتھ پر داخلِ سلسلہ بھی ہوئے۔ تو اس لیے بتا دیا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کیسا مجمع ہے جہاں شعر وشاعری ہو رہی ہے۔ ارے ظالمو! یہ لیلیٰ مجنوں کی شعر وشاعری نہیں ہے یہ مولیٰ کی یاد میں کلام ہے۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ عشاء کے بعد میری مجلس شروع ہوئی جس میں لکھنؤ کے علماء ندوہ بھی تھے،

تہجد تک میرے اشعار پڑھے گئے پھر سب نے تہجد پڑھی اس کے بعد پھر اشعار شروع ہوئے پھر فجر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر میرے اشعار کا سلسلہ رہا اور اشراق پڑھ کر چائے پی کر لوگ گئے، ہم نے تو ایسے بزرگوں کی صحبت پائی ہے۔ مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اُن کے آنے کا لگا رہتا ہے دھیان
بیٹھے بٹھلائے اُٹھا کرتے ہیں ہم
ایک بلبل ہے ہماری رازداں
ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم

یہاں ایک بلبلہ خاندان بھی بیٹھا ہے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ مجھ کو کہہ رہے ہیں، بعض وقت غلط فہمی ہو جاتی ہے لیکن جس کے قلب کو میرے قلب سے مناسبت ہو بس وہ میرا بلبل ہے، اس پر دو لطیفے سناتا ہوں۔

دو لطیفے

ایک بڑے جامعہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث نے مکہ شریف میں مجھ سے فرمایا کہ میں پیشاب کرنے جا رہا ہوں تو میں نے کہا بلبل، مولانا نہیں سمجھے اور چلے گئے، بیت الخلاء میں سوچا کہ اختر نے یہ بے موقع بلبل کیوں کہا؟ بیت الخلاء میں سمجھ میں آیا کہ بَالَ یَبُوْلُ کا امر بُلْ آتا ہے، بُلْ بُلْ تاکید تھی کہ ہاں مُوت لے، مُوت لے، اس کا دیسی ترجمہ پوربی زبان میں ہے مُوت لے، تو جب مولانا بیت الخلاء سے آئے تو ہنستے ہوئے آئے کہ بھئی! تم نے آج کمال کر دیا، تم نے بُلْ بُلْ کہہ کر مجھے تو چکر میں ڈال دیا مجھے کیا معلوم کہ تم مجھے پیشاب کی ڈبل اجازت دے رہے ہو۔

اب دوسرا لطیفہ سنو! بیت العلوم میں ایک عالم آئے، میرے شیخ نے ان کو اپنے گھر بلایا تو انہوں نے کہا کہ بعض وقت آدمی سنتا کچھ ہے اور اس میں

غلط فہمی ہوجاتی ہے، ایک چور، ھَسُّو نام کے آدمی کی دری چرا کر ایک مشاعرے میں چلا آ گیا، اُس وقت شاعر یہ مصرع پڑھ رہا تھا۔

ہر سو کہ دو یدیم

تو اس ظالم کو یہ سنائی دیا کہ ھَسُّو کی دری دے، شاعر نے کیا پڑھا ہر سو کہ دو یدیم یعنی ہم جدھر جاتے ہیں اللہ نظر آتا ہے، کیا غضب کا شعر سنایا لیکن چور جس کے بغل میں ھَسُّو کی دری تھی وہ ہر سو کو ھَسُّو سمجھا اور دو یدیم کو سمجھا کہ دری دے، اس نے سوچا کہ یہ تو بے عزت کررہا ہے پتہ نہیں اس کو کس نے بتادیا کہ یہ ھَسُّو کی دری چرا کر لایا ہے، چور نے اس سستی کے زمانہ میں پانچ روپیہ اس کو ہدیہ کردیا کہ اب یہ شعر نہ پڑھے، میرا راز چھپالے، مجھ کو ذلیل نہ کرے لیکن قوال نے سمجھا کہ اس کو بہت مزہ آیا ہے، مشاعرے کے قاعدہ کی رُو سے اس نے یہ سمجھا کہ یہ پانچ روپیہ ہدیہ مکرر ارشاد کے بدلے میں اس نے خوش ہوکر دیا ہے یعنی یہ دوبارہ یہی شعر سننا چاہتا ہے تو اس نے پھر کہا ہر سو کہ دو یدیم، اس نے پھر پانچ روپیہ دیا، اس کے بعد اس نے سوچا شاید اب خاموش ہوجائے، پانچ روپیہ کم تھا اب دس دیتا ہوں تاکہ اب مجھے ذلیل نہیں کرے، یہ شعر نہیں پڑھے لیکن اس نے سمجھا کہ شاید اس کو بہت زیادہ مزہ آیا ہے تو اس نے تیسری بار جب پڑھا تو چور نے حساب لگایا کہ ھَسُّو کی دری کی قیمت تو اس نے لے لی، اب تو یہ دری بے کار ہے تو اس نے پانچ روپے اور دینے کے بجائے دری اس کے منہ پر ماری اور کہا کم بخت لے ھَسُّو کی دری اب میں بھاگتا ہوں یہاں سے، معلوم ہوتا ہے کہ چھوڑے گا نہیں۔

بس اب دعا کیجیے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمْ

آہ جو دل ترے غم کا حامل نہیں

دو جہاں کا مزہ اُس کو حاصل نہیں
آہ جو دل ترے غم کا حامل نہیں

آپ چاہیں ہمیں یہ کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

صحبت اہلِ دل جس نے پائی نہ ہو
اس کا غم غم نہیں اس کا دل دل نہیں

جس جگہ آپ کا قرب ملتا نہ ہو
ہو کے منزل بھی وہ میری منزل نہیں

غیر حق سے لگاتا ہے جو اپنا دل
تیری اُلفت کے غم کا وہ حامل نہیں

آپ کا ہوں میں بس اور کسی کا نہیں
کوئی لیلیٰ نہیں کوئی محمل نہیں

کہہ رہا ہے یہ اخترؔ ببانگ دہل
بحر اُلفت کا کوئی بھی ساحل نہیں